اتحاد امت کی اہمیت وضرورت

کتاب وسنت کی روشنی میں

مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی

مفتی امارت شرعیہ

شائع کردہ

دارالاشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ چند

اسلام کے نظام عبادت کی روح اتحاد واجتماعت پر قائم ہے کیوں کہ اسی سے عمل وکردار میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور معاملات میں انس ومحبت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔اس کے برخلاف اختلاف وانتشار سے بدمزگی اور تعلقات میں ناہمواری آتی ہے، دلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہے اسی لیے امارت شرعیہ نے اپنے بنیادی مقاصد میں اتحاد امت پر خاص طور سے زور دیا۔ اسی سے مسلمانوں میں قوت وعظمت پیدا ہوگی اور ترقی کی راہ ہموار ہوگی ، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کے دلوں کو جوڑنے اور عداوت ونفرت کے محرکات کو کچلنے کی تدبیر سے انہیں روشناس کرایا جائے اور اس کی مسلسل کوشش کی جائے ، الحمد للہ امارت شرعیہ اسی بنیاد پر کام کرتی ہے اور مسلمانوں کو ایک امت ، ایک جماعت بن کر زندگی گذارنے کی تلقین کرتی ہے۔ زیر نظر رسالہ میں اتحاد امت کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں امارت شرعیہ کا جو طریقۂ عمل ہے اس کو بیان کیا گیا ہے، اس رسالہ کو مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے خوش اسلوبی سے مرتب کیا ہے، اور اختصار کے ساتھ مسئلہ کی پوری وضاحت کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق بخشے اور ہر طرح کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے اور موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا نظام الدین صاحب دامت برکاتہم کی اطاعت میں مضبوط امت بنائے۔۔۔۔(آمین)

انیس الرحمٰن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ بہاراڑیسہ وجھارکھنڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین واصحابه اجمعين . اما بعد!

اسلام جس طرح پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اسی طرح یہ زندہ وجاوید، متحرک اور فطرت سے ہم آہنگ آسمانی دین بھی ہے جس کا اپنا مکمل قانون اور مربوط و مستحکم نظام ہے جس نے اپنے ماننے والوں کو وحدت واجتماعیت، انس ومحبت، اخوت و بھائی چارگی اور ہمدردی وغمگساری کی تعلیم دی ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے بڑے بلیغ اور حکیمانہ انداز میں انسانوں کو باہم مربوط اور متحد ومتفق رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اس لیے کہ اتحاد واتفاق وہ عظیم نعمت ہے جس کے محمود ومطلوب ہونے پر پورے عالم کے انسانوں کا اتفاق ہے خواہ وہ کسی ملک، کسی زمانہ، کسی مذہب اور مسلک ومشرب سے تعلق رکھتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر جماعت اور ہر پارٹی لوگوں کو متحد ومتفق ہونے کی دعوت دیتی ہے لیکن مشاہدات اور تجربات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اتفاق واتحاد ضروری اور مفید ہونے کے باوجود انسان مختلف فرقوں، ٹولیوں اور پارٹیوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس کے اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت اور ہر پارٹی لوگوں کو اپنے خودساختہ قانون پر متحد کرنے کی کوشش کرتی ہے اس لیے اس کا نتیجہ برعکس ہوتا ہے اور انسان اختلافات کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ:

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اتحاد کی بنیاد:

قرآن کریم نے انسانوں کے اتحاد واتفاق کے لیے ایک ایسی چیز بتلائی جو پوری انسانیت کے لیے قابل قبول ہو اور وہ خالق کائنات کا بھیجا ہوا نظام وقانون ہے جس سے کوئی عقلمند انسان اصولاً انکار نہیں کرسکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے:

’’اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسکو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچالی اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے ہیں تا کہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔‘‘

نسخۂ کیمیا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسا نسخۂ کیمیا اور مرکز وحدت بتلایا ہے جو ایک طرف تو اہل ایمان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط و مستحکم کرتا ہے اور دوسری طرف اہل ایمان کو باہم مضبوط اور منظّم جماعت بناتا ہے۔ یعنی ہر انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس نظام حیات (قرآن) کو اپنے سینہ سے لگائے، اپنے رشتہ کو اس سے مضبوط کرے اور مکمل طور سے اس پر عمل کرے، جب ایسا کرے گا تو تمام مسلمان خود بخود باہم ایک جسم کی طرح متحد و متفق ہو جائیں گے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ خود بخود منظّم ہو جائے گا جیسا کہ اسلام کے ابتدائی صدیوں میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے یہی وہ حقیقی مرکز وحدت ہے جو مشرق ومغرب کے تمام بنی آدم اور نوع انسان کے تمام افراد کو متحد کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا ہے۔ اور آگے اللہ رب العزت نے حسب معمول ایجابی پہلو کے بعد سلبی پہلو کو بیان فرمایا کہ آپس میں اختلاف وانتشار نہ پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ نے مختلف جماعتوں اور ٹولیوں میں بٹنے کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

الصّٰبِرِیْنَ. (سورۃ الانفال:۴۶)

''اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفرق وتشتت اور باہمی نزاع میں دوخرابیوں کا ذکر فرمایا ایک یہ کہ تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے، دوسرے یہ کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی دشمنوں کے قلوب سے تمہاری ہیبت اور تمہارا رعب ودبدبہ ختم ہو جائے گا۔ مسلمانوں میں سے جولوگ اختلاف وانتشار پیدا کرتے ہیں اور نفرت وعداوت کا بیج بوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت سخت وعید بیان فرمائی کہ یہی لوگ عذاب عظیم میں مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ ھُمُ الْبَیِّنَاتُ اُوْلٰئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. (سورۃ آل عمران:۱۰۵)

''تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا ان کے پاس واضح احکام پہنچنے کے بعد اور ان لوگوں کے لیے سزائے عظیم ہوگی۔''

عصبیت حرام ہے:

آج لوگ ذات پات، رنگ ونسل، زبان وبیان، مسلک ومشرب اور سیاسی وجماعتی عصبیت کے شکار ہیں اور اس بنیاد پر ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقیر وذلیل گردانتے ہیں جس کا نتیجہ یہاں تک پہونچتا ہے کہ قتل وخون کا بازار گرم ہو جاتا ہے، ایک بھائی کی تلوار دوسرے بھائی کی گردن پر چلتی نظر آتی ہے ہر شخص ایک دوسرے کے خون کا پیاسا دیکھائی دیتا ہے، جب کہ اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ پوری انسانی آبادی کی اصل حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لیے صورتوں، رنگوں، زبانوں، نسلوں اور تہذیبوں کے اختلاف

کے باوجود ہم سب ایک ہیں، ہر انسان مساوی حقوق رکھتا ہے اگر ان میں ترجیح اور فوقیت کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے تو وہ تقویٰ ہے، لہٰذا رنگ ونسل، ذات پات اور مسلک ومشرب کی بنیاد پر تفرقہ اور بغض وحسد کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من دعا بدعوی الجاهلية فهو من جثاء جهنم قالوا يا رسول اللّٰه وإن صام و صلی. قال وإن صام و صلی وزعم أنه مسلم. (مسند احمد رقم الحدیث:١٧٨٣٣)

''جس نے جاہلیت کی زندگی کی دعوت دی وہ جہنم کا ایندھن بنے گا، لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہؐ اگر چہ یہ شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اگر چہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور اپنے زعم میں اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو'' اس لیے جو لوگ برادری کے نام پر لوگوں کو متحد کرتے ہیں یہ حدیث ان کو جہنمی بتا رہی ہے۔ لہٰذا عصبیت جاہلیہ سے مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہئے۔

فضیلت کی بنیاد:

اللہ تعالیٰ نے جو یہ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں اس کا مقصد صرف تعارف ہے تفاخر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰـاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ. (سورۃ الحجرات:١٣)

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار رہو۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر آخری خطبہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بڑے اجتماع کو جو ہدایتی اصول ارشاد فرمائے ہیں اس کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ سارے انسان حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہیں ایک انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔سرورکائنات،فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کلکم بنو آدم و آدم من تراب".(مسند بزار رقم الحدیث:۲۹۳۸)

ہر شخص آدمؑ کی اولاد ہے اور حضرت آدمؑ مٹی سے بنائے گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ برادری، رنگ ونسل اور علاقائیت کی بنا پر کسی بھی قسم کی فوقیت اور ترجیح کی بنیاد کو مسمار کر کے وحدت انسانیت کا ایک عظیم پیغام دیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"لافضل لعربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ...... إلا بالتقوی".(مسند احمد رقم الحدیث : ۲۳۵۳۶)

کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت و برتری ہے،فضیلت و برتری کا مدار تو صرف تقویٰ ہے۔

مذکورہ بالا آیات وروایات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اسلام انتشار وافتراق،نفاق وشقاق،بغض وعناد اور پراگندگی کو برداشت نہیں کرتا ہے کیوں کہ جب تمام مسلمانوں کا دین ایک ہے وہ ایک ہی ضابطۂ حیات پر عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر ان میں شقاق وانتشار کے کیا معنی؟ اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے اس لیے وہ ہر جگہ وحدانیت کی جھلک دیکھنا چاہتا ہے، چنانچہ جب ہم بنیادی ارکان کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں بھی ہمیں اتحاد واجتماعیت کی روح اور عنصر نظر آتا ہے۔سب سے پہلے جب ہم اسلام کے ارکان میں سے اہم رکن نماز پر غور کرتے ہیں تو یہ بات نظر آتی ہے کہ نماز بظاہر انفرادی عمل ہے

جس کا تعلق خالق ومخلوق سے ہے، مگر اس میں بھی حکم دیا گیا کہ فرض نماز مسجد میں جا کر باجماعت ادا کی جائے اور ایک امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا اسلام کے اجتماعی مزاج کی واضح اور روشن علامت ہے۔ اسی طرح جب ہم روزہ پرغور کرتے ہیں جس کا تعلق فرد واحد کے تزکیۂ نفس سے ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزاد نہیں چھوڑ دیا کہ بارہ مہینوں میں جس کو جب سہولت ہو ایک ماہ کا روزہ رکھ لے بلکہ اس کے لیے ایک مہینہ (رمضان المبارک) مخصوص کر دیا تاکہ اجتماعی شان نظر آئے۔ اسی طرح زکوٰۃ کو لیجئے اس کے بارے میں بھی اسلامی ہدایت یہ ہے کہ اس کو اجتماعی طور پر ادا کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور ان کے بعد متعدد خلفاء و مسلم سلاطین کے عہد تک یہی طریقہ جاری رہا کہ زکوٰۃ کی رقمیں بیت المال میں جمع ہوتی رہیں۔ آپ حج کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی اتحاد واجتماعیت کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ تمام حاجیوں کا لباس ایک ہوتا ہے اور پھر سارے کے سارے لوگ ایک ہی جگہ جمع ہوتے ہیں اور اس کے لیے ایام بھی مخصوص ہیں۔ ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایمان رکھنے والے تمام انسانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرویا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔

اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی گزارنے کی فضیلت واہمیت احادیث میں بہت زیادہ بیان کی گئی ہے حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”یداللّٰہ علی الجماعۃ و من شذشذفی النار“. (سنن الترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ ۲/۳۹)

”اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (مدد) جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں ڈالا گیا۔“

گویا اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت چاہتے ہیں تو ہمیں اجتماعی زندگی

گزارنی ہوگی، اتحاد و اتفاق کا ثبوت پیش کرنا ہوگا اور نفاق و شقاق سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔

مسلمان ایک جسم ہیں:

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا". (الصحيح للبخاری ۸۹۰/۲)

مسلمانوں کی زندگی دیوار کی طرح ہے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو اخوت و بھائی چارگی اور انس و محبت کا درس دیتی ہے اور بتلاتی ہے کہ ایمان کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جو خونی رشتہ سے بھی زیادہ مضبوط و مستحکم ہے چنانچہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دکھلایا ہے۔

ایک اور حدیث جس میں مسلمانوں کو جسم کے اعضاء سے تشبیہ دی گئی کہ جب جسم کے کسی عضو کو تکلیف پہونچتی ہے تو سر کے بال سے پیر تک پورا جسم کرب واضطراب میں غرق ہو جاتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"المؤمنون كرجل واحد إذا اشتكى رأسه تدعى له سائر الجسد بالحمى والسهر". (الصحيح لمسلم)

تمام مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہونچے تو جسم کا باقی تمام حصہ بھی بخار اور بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے۔"

یہ حدیث مسلمانوں سے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ایک مسلمان کو کوئی تکلیف لاحق ہو تو دوسرا مسلمان اس کو اپنی تکلیف سمجھے، اگر وہ کسی مصیبت وحادثہ کا شکار ہو جائے تو اس کو اپنی مصیبت اور حادثہ تصور کرے، غرضیکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خوشی وغم میں برابر کا شریک ہو۔

جاہلیت کی موت:

مذکورہ بالا آیات وروایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر کلمہ گو کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ وہ جماعتی زندگی گزارے اس لیے کہ جماعتی زندگی اسلام کا مطلوب ومقصود ہے، جماعتی زندگی کا ترک اسلامی زندگی کا ترک ہے اور جماعتی زندگی سے علاحدہ ہوکر انفرادی زندگی بسر کرنا جاہلیت کی زندگی ہے اور جس کی موت انفرادی زندگی پر ہوگی اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن أبی هريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من خرج من الطاعة وفارق الجماعة ثم مات ميتة جاهلية. (الصحيح لمسلم ج٢ص١٢٨)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا جوشخص امیر کی اطاعت سے علاحدہ ہوگیا اور جماعت کو چھوڑ دیا پھر اس پر اس کی موت ہوگئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا''۔

مختصر یہ کہ اتحاد واتفاق حیات ہے اور افتراق وانتشار موت، پس جاہلیت کا دوسرا نام تفرقہ ہوا اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت ہوا۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے علاحدگی اختیار کرنے والے کے بارے میں یہ وعید بیان فرمائی کہ اس شخص نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار دیا۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ:

من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه. (مشكوة المصابيح ٢/ ٣١٩)

''جوشخص ایک بالشت بھی جماعت سے الگ ہوا تو اس نے اسلام کا طوق گردن سے نکال دیا۔''

افسوس! جس امت کو اس کے نبی نے اتحاد واتفاق، الفت ومحبت اور ایثار

وقربانی کی تعلیم دی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ پوری امت جسد واحد کے حکم میں ہے ،آج وہ امت اپنے آپ کو تفریق کی قینچیوں سے کاٹ رہی ہے،کہیں فرقے اور برادری کی بنیاد پر امت میں افتراق وانتشار ہے تو کہیں فروعی مسائل مثلا رفع یدین، آمین بالجہر اور میلاد وقیام کے مسئلے کو چھیڑ کر امت کو شقاق ونفاق کے دلدل میں پھنسایا جارہا ہے، پس اے شیدایانِ رسالت اور وحدانیت کے علمبردار آؤ ہم سب ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کریں اور محبت وبھائی چارگی کی فضا کو عام کریں اور جن مسائل میں امت کا اتفاق ہے وہ بہت زیادہ ہیں اور جن میں امت کے مابین اختلاف ہے وہ بہت کم ہیں پھر کیوں ان مسائل کو چھیڑ کر امت کو ٹکڑوں میں بانٹیں، بات، بات پر ایک دوسرے کو کافر، فاسق اور ضال ومضل قرار دینا دراصل معنوی اعتبار سے گردن مارنے اور قتل کر دینے کے درجہ میں ہے۔آج حالات بڑے نازک ہیں، امت مسلمہ پر آئے دن حملے ہورہے ہیں وطن عزیز کا یہ منظر کتنا دلخراش ہے کہ یہاں قانون بے چارہ ہوتا جارہا ہے سچائی کو مسخ کیا جارہا ہے،حقیقتوں کو پراپگنڈوں میں دبایا جا رہا ہے، آج ہمارے خرمن کو جلانے کے لیے بجلیاں ہر چہار طرف سے گرج رہی ہیں۔اغیار ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی سچی تعلیمات کو مٹانے کے درپے ہیں اور ابطال حق اور فساد فی الارض کے لیے ہر قسم کی جانی ومالی قربانی دے رہے ہیں، کبھی یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بات کی جاتی ہے تو کبھی دارالقضاء کے نظام شرعی کو چیلنج کیا جارہا ہے، کبھی محسن انسانیت کی اہانت کی ناپاک سازش کی جارہی ہے تو کبھی فقہ کے کسی مسئلہ کو ہتھیار بنا کر امت مسلمہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ وہ حقائق ہیں جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہیں، ان حالات میں امت مسلمہ کے ہر فرد کا یہ فرض بنتا ہے کہ فروعی، مسلکی وسیاسی اختلافات نیز ذات پات، زبان وبیان اور علاقائی عصبیت سے بالاتر ہوکر محض کلمہ واحدہ کی بنیاد پر متحد ومتفق ہوکر باطل طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

سمع وطاعت:

امت مسلمہ میں اجتماعیت اور وحدانیت کیسے قائم ہو اس کے لیے خالق ارض وسماء نے ایک اصول بیان فرمادیا ہے۔ارشاد ہے:

یَـاَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ .(سورۃ النساء:۵۹)

’’اے ایمان والو!تم اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور رسول ﷺ کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔‘‘

اس آیت میں یہ واضح کردیا گیا کہ مسلمان دنیا کے جس ملک، جس صوبہ، جس خطہ اور گوشہ میں رہیں انہیں ایک مذہبی رہنما (امیر) کی ماتحتی میں زندگی گزارنی چاہیے اوران کے اندرسمع وطاعت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہیے۔حتی کہ اسلام نے یہ حکم دیا کہ اگرتین آدمی سفر کررہے ہوں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک کو امیر منتخب کرلیا جائے اوراس کی سربراہی میں سفر اختتام پذیر ہو۔

عـن أبـی سـعـیـد أن رسـول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال إذا خرج ثلاثة فی سفر فلیؤمروا علیهم أحدهم. (السنن لأبی داؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین آدمی کسی سفر میں جائیں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

جماعتی نظام کا مرکز:

کتاب وسنت کا حاصل یہ ہے کہ انسانی صلاح وفلاح کا مدار امیر پر ہے جو جماعتی زندگی کا مرکز اور مطاع ہے اور اطاعت امیر کے بارے میں آقائے مدنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مـن أطـاعـنـی فقد أطاع اللّٰه ومن عصانی فقد عصی اللّٰه ومن

یطع الأمیر فقد أطاعنی ومن یعص الأمیر فقد عصانی. (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الإمارۃ ۲/ ۳۱۸)

”جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا جس سے امیر کی اہمیت اور اس کی اطاعت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی اطاعت پر دخول جنت کی بشارت دی ہے:

أطیعوا ذا أمرکم تدخلوا جنة ربکم. (صحیح الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۱۰۹)

”اپنے امیر کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

اسلام نے جس جماعتی نظام کا ہم سے مطالبہ کیا ہے اس کا تصور امیر وامام کے بغیر ممکن نہیں ہے اور امیر وامام کا تصور اطاعت وفرمانبرداری کے بغیر ممکن نہیں، چنانچہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دور رس نگاہوں نے امارت مسلمہ کو اس حقیقت سے ان الفاظ میں روشناس کرایا:

لا إسلام إلا بجماعة ولا جماعة إلا بإمارة ولا إمارة إلا بطاعة. (جامع ابن عبد البر. ص ۶۲ سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۵۷)

”اسلامی زندگی بغیر جماعتی زندگی کے ممکن نہیں اور جماعتی زندگی بغیر امارت کے ممکن نہیں اور امارت کا مدار طاعت پر ہے۔“

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا شخص واحد پر متفق ہو جانا اور امر بالمعروف ونہی

عن المنکر میں اس کی اطاعت کرنا نیز اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اس کے احکام کی پیروی کوفرض سمجھنا ہی دراصل اسلامی زندگی ہے۔اور یہ وہ امور ہیں جو بغیر قیام امارت کے ممکن نہیں۔

امارت شرعیہ:

اسی کے پیش نظر ہمارے اکابر علماء امت کے قلوب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اسلامی زندگی گزارنے کے لیے یا بالفاظ دیگر جماعتی زندگی گزارنے کے لیے مرکزی طور پر اپنا ایک امیر شرعی منتخب کر لینا چاہئے تا کہ شعائر اللہ کی ادائیگی، امت کی شیرازہ بندی اور مسلم عوام پر احکام شریعت کا نفاذ ایک امیر شریعت کی رہنمائی میں انجام پائے اور مسلمان کلمہ واحدہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر ایک امت، ایک جماعت بن کر اس امیر شرعی کے تحت زندگی گزاریں۔یہی وہ داعیہ تھا جس نے بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ کو بے چین کر رکھا تھا چنانچہ ۲۶/جون ۱۹۲۱ء میں پانچ سو علماء ومشائخ کا ایک بڑا اجلاس زیر صدارت امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ پتھر کی مسجد پٹنہ میں منعقد ہوا اور امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا اور بالاتفاق حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری مجیبیؒ سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ امیر شریعت منتخب ہوئے۔

اختلاف مسلک اور اتحاد:

کتاب وسنت میں جس چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا امارت شرعیہ اس کی عملی تفسیر ہے۔امارت شرعیہ ابتداء قیام ہی سے بلا تفریق مسلک ومشرب اور ذات پات امت مسلمہ کو کلمہ کی بنیاد پر متحد کرنے، تعلیم کی اشاعت، دعوت وتبلیغ اور ملت کی فلاح وبہبودی کے کاموں میں سرگرم عمل ہے، قیام امارت کے وقت ہی یہ اصول طے پا گئے تھے کہ امیر شریعت ان فروعی مسائل میں جن کا عقیدے سے

کوئی تعلق نہ ہوان میں دخل اندازی نہیں کریں گے جیسا کہ ''اختلاف مسلک اوراتحاد'' نامی کتاب میں یہ تجویزلکھی ہوئی ہے جس پر۴۲؍علماء ومشائخ کے دستخط ثبت ہیں۔

''امیر شریعت کوان مختلف فیہ مسائل میں جن کی ضرورت اجتماعی زندگی وتمدنی معاشرت میں نہیں ہے بحیثیت امیر شریعت کوئی دخل نہ ہوگا یعنی اس کے بارے میں نفیاً یا اثباتاً کوئی حکم جاری نہیں فرمائیں گے۔مثلاً ۱۔مسئلہ میلاد وقیام،۲۔مجلس سماع قوالی،۳۔قبروں کو چومنا،۴۔ان پر چادر رکھنا،۵،اعراس بزرگان دین،۶۔فاتحہ مروجہ وغیرہ'' (ص۱۰)

اسی طرح امارت شرعیہ کے امیر شریعت ہونے کے لیےکسی خاص مسلک ومشرت یا برادری کی قیدنہیں ہے جیسا کہ ''دستور امارت شرعیہ'' میں اوصاف امیر کےتحت تحریرکی گئی عبارتوں سے واضح ہے۔

''عالم باعمل ہویعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی اورحقائق کا معتد بہ علم رکھتا ہو،اغراض ومصالح شریعت اسلامیہ وفقہ اسلامی وغیرہ سے واقف ہواوراحکام شریعت پرعمل پیرا ہو'' (ص۱۰)

اور امارت شرعیہ کاعمل بھی اس پر چلا آرہا ہے چنانچہ پہلے امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین صاحبؒ جن کا عہد امارت ۱۹؍شوال ۱۳۳۹ھ تا۱۶؍صفر۱۳۴۳ھ ہے دوسرے امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ محی الدین صاحبؒ جن کا دور امارت ۹؍ربیع الاول ۱۳۴۳ھ تا ۲۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ ہےاور تیسرے امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین صاحبؒ جن کی مدت امارت ۷؍شعبان ۱۳۶۶ھ تا ۳۰؍رجب ۱۳۷۶ھ ہے ان تینوں امراءشریعت کاتعلق خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے تھا مگر بلاتفریق مسلک ومشرب باتفاق آراءان بزرگوں کوامیر شریعت منتخب کیا گیا۔

امیر شریعت کا فرمان:

امارت شرعیہ ہر طبقہ اور تمام مکتب فکر کے مسلمانوں کی شرعی، ملی، تعلیمی، فلاحی اور رفاہی تنظیم ہے چنانچہ جب حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی ۱۹۵۷ء میں امیر شرعت منتخب ہوئے تو ’’کتاب الاحکام امیر شریعت‘‘ پر سب سے پہلا حکم اپنے دستخط کے ساتھ جو ثبت فرمایا وہ حسب ذیل ہے۔

’’امارت شرعیہ ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمانوں کا مشترک ادارہ ہے جس کا مقصد بنیادی عقیدہ کی وحدت پر مسلمانوں کی شرعی تنظیم ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، مسلمانوں میں ممکن حد تک اسلامی احکام جاری ہوں اور مسلمان اس ملک میں اسلامی زندگی گزار سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد عظیم تعصب، تنگ نظری، پارٹی بندی اور اپنے مقصد سے ہٹے ہوئے لوگوں پر طعن تشنیع کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کارکنان امارت کا فرض ہے کہ وسعت نظری اور فراخ دلی سے کام لیں۔ پوری یک جہتی کے ساتھ مقصد عظیم پر نظر جمائے ہوئے فروعی اور جزئی اختلافات سے دامن بچاتے ہوئے آگے بڑھیں اور جب تک کسی مسلک اور خیال سے کفر واسلام کا اختلاف نہ ہو رواداری ترک نہ کریں، ہر معاملہ میں بالخصوص تبلیغ وہدایت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں زمانۂ رسالت اور عہدِ صحابہ کے اسوہ کو مشعل راہ بنائیں اور ایسا طریقہ اختیار کریں کہ مختلف مسلک اور خیال کے ادارے اور اشخاص اس مقصد عظیم کے گرد یہ حسن ظن رکھتے ہوئے جمع ہوسکیں کہ یہاں ان کی انفرادیت پر حملے نہ ہوں گے اور نہ ان کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھا جائے گا‘‘۔ (بحوالہ خطبات امیر شریعت، ص ۸۶)

انہیں عظیم مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے امارت شرعیہ کے نظام کو چلانے کے لیے جو تین کمیٹیاں مجلس عاملہ، مجلس شوریٰ، اور ارباب حل عقد تشکیل دی گئی ہیں ان میں بھی آپ کو اتحاد واتفاق کی جھلک نظر آئے گی۔ ان تمام کمیٹیوں میں

ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کے علماء ومشائخ اور دانشوران شامل ہیں۔ان میں مسلک ومشرب اور ذات پات کی کوئی تفریق نہیں برتی گئی ہے۔

امارت شرعیہ کی بنیاد:

امارت شرعیہ کی اصل روح جو امت مسلمہ کو کلمہ کی بنیاد پر متحد و متفق کرنے کی ہے وہ امارت شرعیہ کے فتاوے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔وہ مختلف فیہ مسائل جن میں امت مختلف ٹولیوں اور جماعتوں میں بٹتی ہوئی دیکھائی دیتی ہے امارت شرعیہ نے ایسا مثبت فتویٰ شریعت کے اصول کو سامنے رکھ کر صادر فرمایا کہ اختلاف ختم ہو گیا۔اس طرح کے فتاوے تو بے شمار ہیں لیکن نمونے کے طور پر دو تین فتاوے یہاں تحریر کئے جا رہے ہیں۔

دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ علماء ومفتیان کرام کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے جس کی وجہ سے دیہاتوں میں بہت زیادہ اختلاف وانتشار دیکھنے کو ملتا ہے، چنانچہ جب دیہات میں نماز جمعہ سے متعلق ایک سوال بانی امارت شرعیہ ونائب امیر شریعت حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنی فقیہانہ بصیرت سے فقہ حنفی کی روشنی میں ایسا پائیدار حل پیش فرمایا کہ مختلف فیہ مسئلہ مجمع علیہ بن گیا، حضرت کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ عند الاحناف دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے، لیکن جب امیر کا حکم ہو جائے تو نماز جمعہ درست ہے۔

جواب کی عبارت یوں ہے:

”مذکورہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے اٹھا دینا چاہئے ہاں اگر اہل دیہات جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ امیر شریعت صوبہ بہار کی خدمت میں دیہات کی آبادی وغیرہ بیان کر کے درخواست کریں اگر وہ جمعہ قائم کرنے کا حکم دیں تو جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں“

اور جب ان لوگوں نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

’’موضع اکثیر مذکور الصدر میں مشائخ وائمۂ حنفیہ کے اصول وفروع ومصالح امت کو پیش نظر رکھ کر اقامت جمعہ کی میں بحیثیت نائب امیر شریعت کے اجازت دیتا ہوں‘‘۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ ج ۱ ص ۵۸)

اس جواب کے بعد اس مسئلہ کو لے کر باہم جو اختلاف وانتشار تھا وہ ختم ہوگیا۔

اختلافی مسائل:

کبھی اختلافی مسائل میں فتویٰ طلب کرنے کا مقصد عمل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ فریق مخالف کو زیر کرنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے فتویٰ سے اختلاف ختم ہونے کی بجائے مزید شدت آجاتی ہے، ایسے موقع پر امارت شرعیہ کے فتاوے کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ایسا جواب تحریر کیا جائے کہ اختلاف بڑھنے کی بجائے بالکل ختم ہوجائے۔ چنانچہ قاضی القضاۃ ونائب امیر شریعت حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی علیہ الرحمہ سے دوران خطبہ اردو میں تقریر سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا:

’’غیر عربی میں خطبۂ جمعہ کے بارے میں علماء کی دورائیں ہیں بعض علماء اسے ناجائز ونادرست کہتے ہیں، بعض دیگر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، دونوں کے پاس دلائل ہیں اور دونوں رایوں کے پیچھے مختلف حکم ومصالح شرعی ہیں، اس مسئلہ کو بہر حال امت کے مابین اختلاف اور نفاق وشقاق کی بنیاد نہیں بنانا چاہئے، اگر حمد ونعت کے الفاظ عربی میں کہہ کر مختصر وعظ وتذکیر اردو میں کہنے کا رواج ہو (یعنی عربی واردو مخلوط خطبہ) یا خالص عربی میں خطبہ کا رواج کسی مسجد میں ہو تو اسی طرح عمل ہونے دیا جائے اس طرح کے معاملہ کو باعث فساد امت کے درمیان نہیں بنانا چاہئے‘‘۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ، ج ۲ ص ۴۹۶۔۴۹۷)

ایک بستی میں عیدگاہ کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہوا، باہمی اختلاف ونزاع کی وجہ سے ایک جماعت نے الگ عیدگاہ بنانی چاہی اور اس کے بارے میں سوال امارت شرعیہ ارسال کیا تو اس کے جواب میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا کہ!

’’آپ لوگ ہرگز دوسری جگہ عیدگاہ نہ بنائیں جہاں پہلے نماز ہورہی تھی وہیں نماز ادا کریں، نفسانیت کی بنیاد پر امت میں افتراق پیدا کرنا بڑا گناہ ہے جیسے پورب محلّہ کے امام صاحب نماز پڑھاتے تھے ویسے ہی پڑھاتے رہیں، آپ سب لوگ مل کر اسلامی اتحاد اور مسلمانوں کی شوکت کا مظاہرہ کریں‘‘

اتحاد کی دعوت:

امارت شرعیہ کا ایک شعبہ دعوت وتبلیغ ہے جہاں سے دعوتی، تبلیغی اور اصلاحی وفد ہندوستان کے مختلف شہروں، دیہاتوں اور قصبوں کے دوروں پر نکلتا ہے، یہ وفد امت کو اتحاد واتفاق کی دعوت، تعلیم کو فروغ دینے کی تلقین، صالح معاشرہ اور ملک وملت کی تعمیر وتشکیل کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ارکان وفد کو امیر شریعت کی یہ ہدایت ہوتی ہے کہ اس موقع پر دعوت وتبلیغ، اتحاد ملت، تعلیم اور اصلاح معاشرہ وغیرہ جو متفق علیہ مسائل ہیں ان پر بیانات ہوں، جو مسائل امت کے مابین مختلف فیہ ہیں ان کو ہرگز ہرگز موضوع بحث نہ بنایا جائے اور امارت کے بنیادی مقصد کو ملحوظ رکھا جائے۔ دورۂ وفد کے موقع پر سینکڑوں اختلافی مسائل حل ہوئے ہیں کہیں کسی بستی میں ذات وبرادری کا اختلاف تھا تو کہیں مسلکی اختلاف تو کہیں زمین وجائداد کا اختلاف، امارت شرعیہ کے وفد نے ان اختلافات کو اس حسن اسلوبی کے ساتھ حل کیا کہ سارے اختلافات ختم ہوگئے، ٹوٹے ہوئے قلوب جڑ گئے اور تمام مسلمان کلمہ کی بنیاد پر متحد ومتفق ہوکر زندگی گزارنے لگے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ امارت شرعیہ کا وفد موجودہ امیر شریعت جو اس وقت ناظم تھے کی قیادت میں ضلع دربھنگہ ومدھوبنی کے دورہ پر

روانہ ہوا، ایک بستی میں پہونچا جہاں نماز عید کے بعد معانقہ ومصافحہ کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف وانتشار تھا لوگوں نے قائد وفد سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو دین کی بنیادی امور کی تلقین اس طرح کی کہ بستی میں جو نفاق وشقاق اور نفرت وعداوت کی فضا تھی وہ اتحاد واتفاق اور محبت والفت سے بدل گئی۔ فرمایا!

''یہ ایک رسم ہے، نہ یہ واجب ہے اور نہ سنت، مگر ان جزوی مسائل میں الجھ کر آپس میں ناچاقی ہرگز نہ پیدا کریں۔'' (نقیب شمارہ نمبر ۴۹۔ ۲۰ راپریل ۱۹۹۸ء)

امارت شرعیہ کا تعلیمی ادارہ، دار العلوم الاسلامیہ ہو یا اسکول، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ہو یا خدمت خلق کے میدان میں ہاسپٹل ان سے ہر کلمہ گو بلا تفریق مسلک ومشرب اور ذات پات استفادہ کر رہا ہے، اسی طرح امارت شرعیہ کے بیت المال سے جو بھی امداد کسی طرح کی ہوتی ہے۔ چاہے وظیفہ ہو، امداد تعلیم ہو، طبی امداد ہو، یا آفات ارضی وسماوی کی امداد ہو محض کلمہ کی بنیاد پر مسلمانوں کی راحت رسانی اور امدادی فریضہ انجام دیا جاتا ہے، ان پوری تفصیلات سے واضح ہے کہ امارت شرعیہ جن بنیادی اصولوں پر قائم کی گئی، الحمد للہ ابتداء قیام سے آج تک انہیں اصولوں پر دین وملت کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ اللّٰھم زد فزد.

☆☆☆☆